بائیسواں باب

کم زور طبقات پر ظلم و ستم کے پہاڑ

١٥١ کم زور طبقات پر ظلم و ستم کے پہاڑ

١٥٣ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ، بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، ابو فکیہ رضی اللہ عنہ

١٥٧ عامر بن فہیر رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اور زِنّیرّہ رضی اللہ عنہا، ام عبیسہ رضی اللہ عنہا، لبینہ رضی اللہ عنہا

١٦٠ کم زور، غریب اور معزز مسلمانوں کی ایذا رسانی میں فرق

بائیسواں باب

کم زور طبقات پر ظلم و ستم کے پہاڑ

جیسا کہ آپ پچھلے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ ابو طالب کے پاس سردارانِ قریش کے تیسرے وفد کی ناکامی، پھر نبی ﷺ کے کسی بھی طرح اپنی دعوت سے باز نہ آنے اور ابو طالب کے اُن کی پشت پناہی کے لیے مستقل مزاجی سے کھڑے رہنے نے مشرکین قریش کو زچ کر دیا، اُنھوں نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ مسلمانوں کو سزائیں دے دے کر ان کو ان کے دین سے باز رکھا جائے۔ اس کے بعد سوائے بنو ہاشم کے ابو طالب کے ہر سردارِ قبیلہ اپنے قبیلے کے ماتحت لوگوں پر جو مسلمان ہو گئے تھے اور ہر مالک اپنے ایمان لانے والے غلاموں اور لونڈیوں پر سزائیں دینے کے لیے ٹوٹ پڑا۔ اُس دور میں روم و ایران و عرب سمیت ساری دنیا کے رائج تمدن کے مطابق کوئی بھی آقا اور اُس کے غلاموں اور لونڈیوں کے معاملے میں نہیں بول سکتا تھا، آقا کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہے غلاموں اور لونڈیوں کے جسم و جان کے ساتھ معاملہ کرے اگر وہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے ڈال دے یا زندہ بھوکے درندوں کے آگے پھینک دے تو کوئی اس کو ملامت نہیں کر سکتا تھا۔ جب سرداروں نے اپنے زیر دستوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ اختیار کیا تو کم ظرف اور اوباش اپنے سرداروں کی مانند اپنے سرداروں کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے اُن کی پیروی میں اسی ظالمانہ روش پر چل پڑے، چناں چہ مسلمانوں اور بالخصوص لونڈیوں اور غلاموں پر ایسے ایسے مظالم کیے گئے اور انھیں ایسی ایسی سزائیں دی گئیں جنھیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حسّاس دل غم سے بھر جاتا ہے۔ مشرکینِ مکہ کی سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ وہ کم زور اور بے سہارا مسلمانوں کو مار مار کر لہولہان کر دیتے تھے تاکہ ان مظلوموں کا بہتا ہوا خون دیکھ کر لوگ ڈر جائیں اور اسلام قبول کرنے کی جرأت نہ کریں۔ ہم آئندہ سطور میں کچھ واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ مدنی زندگی میں اسلامی تمدن کے ارتقا پر گفتگو کے موقع پر بتائیں گے کہ کس طرح اسلام نے غلامی کو ختم کیا۔

ایمان لانے کے جرم میں غیر قریشیوں [foreigners/ aliens] اور غلاموں پر ظلم و تشدّد

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

بعثتِ نبوی سے ۴۵ سال قبل یمن کا رہنے والا ایک شخص یاسر بن عامر اپنے ایک کھوئے ہوئے (مفقود الخبر) بھائی کو تلاش کرتا مکہ میں آنکلا اور پھر یہیں کا ہو رہا۔ ابو حذیفہ المغیرہ نے اپنی بیٹی سمیّہ کی شادی اس شخص سے کر دی اور اس کے بطن سے اُس کے یہاں دو بچے عمّار اور عبد اللہ پیدا ہوئے، ابو حذیفہ کے لیے بیٹی اور داماد کے ساتھ دونوں بچے بھی نانا کی جان تھے، نانا کا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی ہو گیا۔ یاسر اُن کی بیوی سمیّہ اور دو بیٹے عمار اور عبد اللہ، چار افراد کا یہ خاندان اپنے سربراہِ خاندان کے قریشی نہ ہونے کی بنا پر غیر ملکی سمجھا جاتا تھا حالاں کہ والدہ قریشی تھیں دونوں بچے قریشی ماں کے بطن سے مکے میں پیدا ہوئے تھے، یہ خاندان اگرچہ قریشی نہ تھا مگر اُس معاشرے میں ایک باعزت خاندان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی سے کافی عرصے قبل (تقریباً پانچ برس پہلے) اس خاندان کا بڑا بیٹا عمّار آپؐ کے دوستوں میں شامل ہو چکا تھا۔ جب دعوتِ ایمان آپؐ کے دوست عمّارؓ کے علم میں آئی تو وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور پھر والد والدہ اور بھائی بھی دین حق کے اس قافلے کے راہی بن گئے اور یہ خاندان، آلِ یاسر کہلایا، قریشی نہ ہونے اور باہر کے ہونے کے سبب کوئی والی وارث نہ تھا اس لیے اِن پر کفّارِ مکہ نے مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، یاسر اور سمیہ دونوں نے اسلام کی خاطر شہادت پائی، جس طرح سارے انسانوں میں ایک خاتون خدیجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا اسی طرح ایک دوسری خاتون سمیہ کو امتِ محمدؐیہ میں اسلام کی راہ میں پہلی شہادت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اعزاز بھی اس خاندان کو حاصل ہے کہ اسلام لانے کے جرم میں میاں بیوی دونوں مل کر پہلا اسلامی شہید جوڑا تشکیل دیتے ہیں۔ عمار بن یاسرؓ کو مشرکین نے آگ سے داغا۔ عمارؓ اپنے ماں باپ کے بعد کفار کی طرف سے مدتوں طرح طرح کے عذاب سہتے رہے۔ قریش کے کمینے انہیں دوپہر کے وقت خوف ناک گرمی میں تپتی ریت پر لٹا دیتے تھے تاکہ وہ عاجز ہو کر مرتد ہو جائیں۔

صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوانی کے دوست صہیبؓ بن سنان رومی کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں اس قدر مارا پیٹا جاتا کہ اُن کے حواس مختل ہو جاتے۔ اور انھیں یہ پتا نہ رہتا کہ وہ کیا بول رہے

ہیں۔ آپ ابو بکرؓ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے دوسرے دوست تھے جو عبداللہ بن جدعان کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ ایران کے رہنے والے تھے۔ ایران اور روم کی جنگ میں رومیوں کے غلام بن گئے تھے جنہیں ابو بکرؓ کے قریبی رشتہ دار اور سردارِ قبیلہ عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا، بن جدعان کی موت کے بعد ابو بکرؓ قبیلے کے سربراہ مقرر ہوئے تو اُنؓ کی قربت میئسر آئی اور آپؓ کی وساطت سے آپؓ کے دوست محمد ﷺ سے صہیب رومیؓ کی دوستی ہو گئی، اس دوستی نے آپ کو ایمان لانے والے السابقون الاوّلون میں شامل کر دیا۔

بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

بلالؓ امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے۔ امیہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کے حوالے کر دیتا تاکہ وہ انھیں مکہ کے پہاڑوں میں جانوروں کی مانند گھمائیں اور کھینچیں۔ اس بہیمانہ طور سے گردن پر رسی کا نشان پڑ جاتا۔ بلالؓ پھر بھی عقیدۂ توحید کا اظہار اَحد اَحد 'یعنی ایک ہی اِلٰہ ہے، ایک ہی اِلٰہ ہے' کی پکار بلند کر کے کرتے رہتے۔

تصور میں لائیں کہ ایک انسان کو سرکش بیل کی مانند گلے میں پڑی رسی سے کھینچا جا رہا ہے اور وہ دم بھر بھی خاموش نہیں رہتا اور چاہتا ہے کہ ہر دیکھنے والا جان لے کہ یہ ایذا اور سزا اُسے سارے معبودانِ باطل سے بے زاری اور ایک واحد واَحد، محمد ﷺ کے رب پر ایمان لانے کے جرم میں دی جا رہی ہے۔ وہ شخص صبر واستقامت کی ایک تصویر ہے۔ وہ گلی گلی حلق کی گہرائی سے نکلنے والے "احد احد" کے اپنے یک لفظی نعرے سے اعلان کر رہا ہے کہ لوگو اس کائنات کا ایک ہی آقا اور مالک ہے وہ ایک اور اکیلا ہے، اُس کے علاوہ کوئی دوسرا اِس کا سزاوار نہیں کہ اُس کو حاکم اور مولا مانا جائے۔ اس شخص کے جسم کا مالک امیہ بن خلف جمحی ہے مگر دل کی گہرائیوں میں محمد ﷺ کی خود اختیاری غلامی کا طوق پڑا ہے۔ گردن میں پڑی رسی نے جو زخم کا حلقہ ڈالا ہے وہ حلقہ، محمد ﷺ کی غلامی کی مہر ہے۔ آج شرق سے غرب تک پھیلے ہوئے محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں کے اس مقدّر میں کہ وہ مسلمان بنے ہیں یا پیدا ہوئے ہیں اس بہادر انسان کا حصہ ہے۔

امیہ بن خلف اس صورتِ حال سے اور چڑ جاتا ہے اُس کی سرداری اور اُس کی انا کو چیلنج کیا گیا ہے،

آج سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غلاموں نے ایسی سرکشی دکھائی ہو، غلاموں کی کیا مجال کہ وہ کسی بات کا انکار کریں، صرف انکار ہی نہیں بلکہ اُلٹا وہ سرتاپا محمدؐ کے پیغام کا مبلغِ اعظم بن گیا ہے، آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کو آئے ہیں، کتابیں پڑھنے والے، تقریریں سننے والے، دنیا کے کونوں کونوں سے سفر کر کے مکہ پہنچنے والے اس مظلوم کی دل خراش احد احد کی چیخ کو سن رہے ہیں، وجد میں آتے ہیں اور خود کو بھی اس توحید کے پیغام کا ایک ادنیٰ سپاہی بنانے کا عزمِ تازہ حاصل کرتے ہیں۔

دو شخصیتوں امیہ اور بلالؓ میں ایک بنیادی (radical) فرق تھا، امیہ کی سمجھ میں محمد ﷺ کی یہ بات کہ قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا نہیں آسکی تھی اور بلالؓ کی سمجھ میں آگئی تھی، محمد ﷺ نے جب مشرکینِ قریش سے کہا تھا کہ: میں تم سے بس ایک کلمے کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں تم عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے، امیہ اور اُس کی قبیل کے مشرک سرداروں کی سمجھ سے یہ بات بالا تر ہی تھی اور بلالؓ کے دل نے محمد ﷺ کی تصدیق کی تھی، محمد ﷺ نے جب کہا تھا کہ ایک روز تم مرنے کے بعد دوبارہ اپنی زندگی کا حساب دینے کے لیے اٹھائے جاؤ گے تو بلالؓ ڈر گیا تھا اور یہ اُس کا ڈر اور خوف تھا جو اسے یہ بہادری عطا کر رہا تھا کہ وہ ببانگِ دہل اَحد اَحد پکار رہا تھا۔ بلالؓ حقیقت کبریٰ کا عالم تھا اور امیہ باوجود بڑا لیڈر ہونے کے کچھ علم نہ رکھتا تھا وہ محض جاہلی تمدن کا مارا ایک دو ٹانگوں والا جانور تھا! موجودہ دور کے بڑے بڑے دشمنانِ دین و ایماں دانش ورانِ جہاں اور سربراہانِ اقوام کی مانند۔

امیہ کی یہ جہالت اُسے آمادہ کرتی تھی کہ لونڈوں کے ذریعے گلی گلی گھمائے بلالؓ کو مزید ایذا دے اور اُس کے منہ سے یہ اَحد اَحد کی صدائیں بند کرا دے، وہ بلالؓ کا منہ باندھے بغیر اُس کو خاموش کرانا چاہتا تھا اور بلالؓ کا یہ عزم کہ وہ اس نعرہ توحید کو تاریخ میں امر کر دے، بدنصیب امیہ جنت، جس کے قریب آئی اور اس نے اُسے پسند نہ کیا اور وہ خود بلالؓ کو مارنے کھڑا ہو جاتا انھیں باندھ کر ڈنڈے مارتا، اور چلچلاتی دھوپ میں جبراً بٹھائے رکھتا۔ کھانا پینا بھی بند بھوکا پیاسا رکھتا اور ان سب سے بڑھ کر یہ ظلم کرتا کہ جب صحرائے عرب کی دوپہر کی گرمی عروج پر ہوتی تو مکہ کے پتھریلے کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھوا دیتا۔ پھر کہتا: واللہ! تو اسی طرح پڑا مر جائے گا یا محمد (ﷺ) کے دین کا انکار کر کے لات و عزیٰ کی پوجا کرے گا۔ بلالؓ اس کیفیت میں بھی اَحد، اَحد کی صدا بلند رکھتے اور فرماتے:

اگر مجھے اُس حق کا جسے مجھے ادراک ہوا ہے کوئی ایسا کلمہ معلوم ہوتا جو تمھیں اس سے بھی زیادہ ناگوار ہوتا تو میں اسے دہراتا۔ ایک روز یہی کارروائی جاری تھی کہ ابو بکرؓ کا گزر ہوا۔ انھوں نے بلالؓ کو ایک غلام کے بدلے خرید کر آزاد کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق ابو بکرؓ نے بلالؓ کو پانچ اوقیہ (دو سو درہم) ادا کر کے اُس وقت خرید اجب وہ بھاری پتھروں کے نیچے تقریباً دفن تھے۔

بلالؓ مدینے میں ایک راہ میں دوستوں کے ہم راہ موجود تھے، یہ وہ دن تھے جب ابو سفیان اپنے اسلام سے قبل صلح حدیبیہ کو قایم رکھنے یا تجدید کرانے کے لیے مدینے آئے ہوئے تھے اُن کو گزرتے دیکھ کر بلال نے کہا کہ اسلام کا دشمن ہماری گلیوں میں گھومتا ہے اور کوئی تلوار ایسی نہیں جو اس کے سر پر چمک جائے، ابو بکرؓ بھی کہیں قریب تھے یہ سن کر بولے بلال (سردارِ قریش کے لیے) تمھیں ایسے تو نہیں بولنا چاہیے۔ کہنے کو تو کہہ دیا مگر دل میں ایک اضطراب کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، نبی ﷺ نے اپنے یارِ غار سے فرمایا ابو بکر، بلال کو ناراض کر کے اللہ کو راضی نہیں کر سکتے! ابو بکرؓ فوراً پلٹے اور بلالؓ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ کہیں تم ناراض تو نہیں ہو، اپنی غلطی کا اظہار کیا اور پھر ساری زندگی اپنے آزاد کردہ غلام کو اپنا آقا کہہ کر پکارتے رہے، بلال حبشیؓ کو یہ مقام ان آزمائشوں سے گزرتے ہوئے احد احد پکارنے پر ملا!

ابو فکیہ رضی اللہ عنہ

ابو فکیہؓ جن کا نام افلح یا یسار تھا۔ جو اصلاً قبیلہ ازد سے تھے اور صفوان بن امیہ کے غلام تھے، ان کے دونوں پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر دوپہر کی سخت گرمی میں باہر نکالتے اور جسم سے کپڑے اتار کر تپتی ہوئی زمین پر پیٹ کے بل لٹا دیتے اور پیٹھ پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ حرکت نہ کر سکیں۔ وہ اسی طرح پڑے پڑے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ انھیں اسی طرح کی سزائیں دی جاتی رہیں۔ ایک بار مشرکین نے ان کا پاؤں رسی میں باندھ، اور گھسیٹ کر تپتی ہوئی زمین پر ڈال دیا، پھر اس طرح گلا دبایا کہ سمجھے یہ مر گئے ہیں۔ اسی دوران وہاں ابو بکرؓ کا گزر ہوا۔ انھوں نے خرید کر اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔

عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

غلاموں میں عامر بن فہیرہؓ کو بھی اسلام لانے کے جرم میں اس قدر سزائیں دی جاتیں کہ وہ

اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے اور انھیں پتا نہ چلتا کہ کیا بول رہے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے جب اُنھیں اسلام کی وجہ سے ظلم و تشدد کا نشانہ بنتے دیکھا تو اُنھیں خرید کر آزاد کر دیا۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

خبابؓ بن ارت اوّلین ایمان لانے والوں میں سے ہیں، یہ وہ ہیں کہ جن کے ذمے نئے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم کی ذمہ داری سپرد تھی۔ نبی ﷺ نے جب اعلانِ توحید کیا تو خبابؓ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت ام انمار کے غلام تھے اور لوہار کا کام کرتے تھے۔ مسلمان ہوئے تو ان کی مالکہ انھیں گرم لوہوں سے جلانے کا عذاب دیتی۔ وہ لوہے کا گرم ٹکڑا لاتی اور ان کی پیٹھ یا سر پر رکھ دیتی اور مطالبہ کرتی کہ وہ محمد ﷺ کے دین کے ساتھ کفر کریں۔ مگر اس سے ان کے ایمان اور تسلیم ورضا میں اور اضافہ ہوتا۔ مالکہ کی شہ پر انھیں مشرکین بھی طرح طرح کی سزائیں دیتے۔ کبھی سختی سے گردن مروڑتے تو کبھی سر کے بال نوچتے۔ ایک بار تو انھیں دہکتے ہوئے انگاروں پر ڈال دیا۔ اُن پر گھسیٹا اور دبائے رکھا، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی پگھلنے سے وہ انگارے بجھ گئے۔

کہا جاتا ہے کہ عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خبابؓ سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچنے والی تکالیف کے متعلق سوال کیا تو خبابؓ نے اپنی پشت سے کپڑا اٹھایا جو پھلبہری کی طرح ہو چکی تھی۔ عمرؓ نے فرمایا: تو نے اس دن جیسا سخت دن نہ دیکھا ہو گا، خبابؓ بولے: 'اے امیر المؤمنین انھوں نے میرے سامنے آگ جلائی اور پھر مجھے اس میں جھونک دیا اور ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا۔ آگ میری چربی سے بجھی اور زمین میری پشت کی وجہ سے ٹھنڈی ہو گئی'۔

ایمان لانے کے جرم میں ظلم و تشدّد کا شکار لونڈیاں

زِنّیرہ Zin-ni-rah رضی اللہ عنہا

زِنّیرہؓ رُوم [اٹلی] سے پکڑ کر لائی گئیں ایک لونڈی تھیں۔ وہ ایمان لائیں تو انھیں اس جرم میں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ اس مار پیٹ سے ان کی آنکھ زخمی ہو گئی اور وہ بینائی کھو بیٹھیں۔

ابو جہل نے کہا: دین (جاہلیت) کو چھوڑنے کی سزا ملی ہے، تم پر لات و عزیٰ کی مار پڑ گئی ہے۔ انھوں نے کہا: نہیں، واللہ! یہ لات و عزیٰ کی مار نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگروہ

چاہے تو دوبارہ بحال کر سکتا ہے۔ پھر اللہ کا یہ انعام ہوا کہ دوسرے دن صبح جب بیدار ہوئیں تو نگاہ بحال ہو گئی، مشرکین کہنے لگے یہ تو محمدؐ کا جادو ہے۔ ابو بکر صدیقؓ نے جب انھیں اسلام کی وجہ سے ظلم و تشدد کا نشانہ بنتے دیکھا تو انھیں خرید کر آزاد کر دیا،

ام عبیس رضی اللہ عنہا

ام عبیسؓ بنو زہرہ کی لونڈی تھیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائیں تو مشرکینِ قریش نے انھیں بھی سزائیں دیں۔ خصوصاً اُن کا مالک اسود بن عبد یغوث انھیں ایذائیں دیتا۔ وہ رسول اللہ کا بڑا کٹر دشمن تھا اور آپ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

لبینہ رضی اللہ عنہا

بنو عدی کے عمرو بن موئل کی لونڈی لبینہؓ مسلمان ہوئیں تو اُن کے قبیلے کے عمر بن الخطاب انھیں سزائیں دیتے۔ عمرؓ ابھی ایمان سے نہیں نوازے گئے تھے۔ انھیں اس قدر مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے۔ پھر کہتے: واللہ! میں نے تجھے (کسی مروت کی بنا پر نہیں، بلکہ محض) تھک کر چھوڑا ہے۔ لبینہؓ کہتیں: تیرے ساتھ تیرا پروردگار بھی ایسا ہی کرے گا۔ امید ہے کہ اللہ عمر بن الخطاب کو معاف فرمادے گا کہ اُن کے اس جلال و غضب نے ایک دن اسلام کو نصرت بخشی اور وہ اخیارکم فی الجاھلیت اخیارکم فی الاسلام، قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے ہی مصداق بنے اور ایک دن اُن کا اسلام کے خلاف یہ غضب، اسلام کے حق میں تلوارِ بے نیام بن گیا [۵۳] اور اُن سے اسلام کو وہ عزت ملی کہ، مسلمانوں نے پہلی مرتبہ حرم کعبہ میں اعلانیہ نماز ادا کی۔

نہدیہ رضی اللہ عنہا

نہدیہؓ اور ان کی بیٹی بنو عبد الدار کی ایک خاتون کی لونڈی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان قبول کی تو انھیں بھی ایذاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔

---

۵۳ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کب اور کس طرح ایمان لائے؟ اس باب میں روایات میں اختلاف ہے، ہم اس موضوع پر کتاب کی تیسری جلد میں چھٹے سال کے واقعات اور تنزیلات کو بیان کرتے ہوئے گفتگو کریں گے۔

حمامہ اُمِّ بلال رضی اللہ عنہا

بلالؓ کی والدہ حمامہؓ کو بھی اسلام لانے کی پاداش میں بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کو بھی سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

ابو بکر صدیقؓ کی مدح میں قرآن کی آیات کا نزول] مظلوم غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرانے پر[ابو بکر صدیقؓ نے اللہ کی رضا جوئی کی خاطر ان سارے غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کو آزاد کر دیا۔ اس پر ان کے والد ابو قحافہ [جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے] ناراض ہوئے اور کہنے لگے: بیٹا، میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ کم زور گردنیں آزاد کر رہے ہو۔ طاقت ور لوگوں کو آزاد کرتے تو وہ تمھارا بچاؤ بھی کرتے۔ انھوں نے کہا: میں محض اللہ کی رضا کی خاطر یہ کام کرتا ہوں۔ اس پر جبریلِ امین سُوْرَۃُ الَّیْل لے کر تشریف لائے جس میں ابو بکر صدیقؓ کی ستایش اور دین کے دشمن، مشرکوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اگلے باب میں اس سورۃ کا مطالعہ فرمائیے گا۔

ابو بکر صدیقؓ، اللہ اور اس کے رسول کی رضا میں سب سے بڑھ کر انفاق کے خو گر تھے۔ قرونِ اولیٰ کی اسلامی جماعت کے افراد کا آپس میں اس طرح کا مضبوط رشتہ، اُن کی انتہائی عظمت و رفعت اور جود و کرم پر دلالت کرتا ہے۔ یہی آزاد کردہ غلام اسلامی فکر و عقیدہ کے حامل بن کر ایسا گروہ ثابت ہوئے جنھوں نے اپنی زندگیوں کو اسلام کی تبلیغ، دفاع اور جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ عہدِ حاضر میں بھی ایسی ہی عمدہ صفات اور بلند عزائم کے افراد کی اشد ضرورت ہے جو سیرتِ صدیق کا احیا اور عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے معاشرے میں اخوت و یگانگت اور ابنائے امت کے درمیان قریبی تعلقات کو فروغ دیں۔

کم زور، غریب اور معزز مسلمانوں کی ایذا رسانی میں فرق

الغرض کم زور مسلمانوں، بالخصوص غلاموں اور لونڈیوں کے اسلام لانے پر انھیں بے انتہا ستایا گیا۔ کیوں کہ سوائے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے اہلِ ایمان کے، کوئی نہ تھا جو ان پر ہونے والے مظالم پر دل میں کڑھتا اور اپنے مال کو بے دریغ خرچ کر کے اُن کی جان چھڑاتا۔ عام ارد گرد کے معاشرے اور جان پہچان کے لوگوں میں کوئی ان کی حمایت کرنے والا نہ تھا، اُن کے سردار اور آقا اُنھیں

خود بھی سزائیں دیتے اور اوباشوں کو بھی اس کام پر ورغلاتے اور اُکساتے تھے۔ البتہ معززین اور اشراف میں سے کوئی ایمان لاتا تو اس کی ایذار سانی ذرا آسان نہ ہوتی۔ کیوں کہ وہ اپنی قوم کی حفاظت اور بچاؤ میں ہوتا، اس لیے ایسے لوگوں پر خود ان کے اپنے قبیلے کے اشراف کے سوا کوئی اور جسمانی اذیت کی جرأت ہی نہ کر سکتا تھا، اس کی سب سے عمدہ مثال خود نبی ﷺ اور علیؓ بن ابی طالب کی شخصیتوں کا سزاؤں سے، ابو طالب کی وفات تک محفوظ رہنا تھا۔ مارنا پیٹنا تو دور کی بات ہے، ابو جہل نے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا تو حمزہ رضی اللہ عنہ [جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے] نے قبائلی حمیت اور اپنے قبیلے کی عزت کے دفاع میں اُس کا سر پھاڑ دیا اور کوئی نہ تھا کہ ابو جہل کو بچاتا!

تشدد کی یہ صورتِ حال پانچویں سال کے وسط تک، اُس وقت تک جاری رہی جب تک اہلِ ایمان کے ایک مضبوط گروپ نے حبشہ ہجرت کر کے مشرکین پر اللہ کے حکم سے یہ واضح نہیں کر دیا کہ اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے اور اگر تم ناقدری کرتے ہو تو ہم یہ ایمان وعقیدہ لے کر دوسری سرزمینوں کی طرف اِسے پھیلانے کے لیے نکل سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆